

انتقاد کے لئے  
کتاب کے دو فرنخ  
آنحضرتی ہیں

## انتقاد

پانچویں صدی ہجری سے قبل مسلمانوں کی تعلیمی اور علماء کی سماجی حیثیت

### تاریخ بغداد کی روشنی میں

مؤلف ڈاکٹر منیر الدین احمد، درلاک، دیر اسلام - زورخ - ۱۹۶۸، قیمت درج نہیں ہے۔  
صفحات ۲۹۰۔ کتاب خوبصورت اور کتابت و طباعت اعلیٰ ہے۔

مصنف کو جولائی ۱۹۶۴ میں بیبرگ یونیورسٹی سے اس کتاب پر پا ایچ ڈی کی ڈگری دی گئی تھی۔  
کتاب کا نام بتارہ ہے کہ اس میں پانچویں صدی ہجری سے قبل مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور علماء کی  
معاشرتی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور اس کتاب کی بنیاد حافظ ابو بکر احمد بن علی بن الخطیب البغدادی کی  
کتاب تاریخ بغداد پر رکھی گئی ہے۔ جو ایک قسم کی قاموس المعاشر ہے اور ۱۹۳۱ میں تاہرہ اور بغداد سے ۱۷  
جلدوں میں طبع ہوئی تھی۔ مصنف نے کتاب کے تعارف میں بالکل صحیح کہا ہے کہ یہ "خزینہ معلومات" ہے  
جس میں ۸۲۱ میں ایسے علماء کے سوانح حیات مختوظ ہیں جنہا کا شہر بغداد سے کچھ نہ کچھ تعلق رہا ہے اور اسلامی  
تاریخ کی ابتدائی پانچ صدیوں میں اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے شہرت کے مالک تھے ہیں۔

اس میں کوئی مشکل نہیں کہ یہ پانچ صد سالہ مت اسلامی تاریخ میں اپنی اصل سے سب سے زیادہ قریب  
سب سے زیادہ کامیاب اور انتہائی اہم مدت ہے۔ علوم اسلامیہ کے حاملین، علمائے آداب و فنون، ائمہ  
مجتہدین اور شہزاداء افاق مسلم مفتکر ہیں اسی دور میں مشہور عالم ہوئے۔ نیز عظیم الشان سیاسی اور ثقافتی کامیابیاں  
سب اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر یہ بالکل ناقابل فہم حقیقت ہے کہ مصنف کی طرح یہ کہا جانے کے

مدرس کارروائی پانچ سوی صدی ہجری کے بعد وقوع میں آیا اور یہ کہ مدرسہ کوئی اختراق نہیں تھا بلکہ دن  
اس تعلیمی نظام کی ترقی یافتہ صورت ہے جو نظام مدرسہ کے قیام سے چار سو سال قبل تک رائج رہا تھا۔  
غرض یہ کہنا بظاہر حقیقت سے بعید ہے کہ تاریخ اسلام میں مدرسہ کے واقع کی ابتداء بغداد کے مدرسہ انہا  
کے قیام کی مربوں میں ہے۔ اس لحاظ سے اس کے قیام سے قبل کے سارے تعلیمی نظام کو مدد  
قبل کا ذریعہ کہا جائے گا (صفحہ ۵)؟ جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے مؤلف ڈاکٹر منیر احمد نبیں باو کرنا آج  
ہیں۔ اس تاریخی واقعہ سے انکار کی وجہا کوئی گنجائش نہیں کہ حضرات صحابہ پہنچنے مسلمان بدنے  
санحیوں کو قرآن کریم پڑھانے پر مأمور تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی بھیشیرہ کو ایک صحابی سے سورہ لا  
ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے سن لیا تھا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو ان کے تدب کو نور اسلام سے  
کرنے کا سبب بن گیا۔ مدینہ میں مساجد کی تعمیر سے قبل بھی رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے عطا  
اسی صحابی کو شیرب میں انصار کو قرآن کریم اور اسلامی اصول و عقائد سکھانے کے لئے بھیجا تھا  
مسجد کے علاوہ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، فسطاط، دمشق اور دوسرے شہروں اور مقامات:  
اہل علم صحابہ اور تابعین کی رہائش گاہیں دیکھتے دیکھتے علوم و فنون کا مکار بنا گئیں۔ یہی سہی  
ہی میں ایک شخص نے مدرسی حدیث کے لئے ایک نشست گاہ بنوائی اور اس مقاصد کے لئے انہوں  
درختوں کے چالیس نئے خریدے اور ہر نئے کی ایک دنیار قیمت ادا کی۔ ”ابن سعد حلبی“ ۱  
الازہر کی جامع مسجد ۳۷۱ھ مطابق ۹۶ء میں مکمل بونی رٹریٹ۔ ب ۹۸، اور ۲۰۸۴ھ مطابق ۸  
میں وزیرِ تعیوب ابن کلیس نے ۲۵ تاخواہ پانے والے ماہرین قانون کو قانون کی تعلیم و نیت کے لئے  
کیا، اور ان کے قیام کے لئے الازہر کے قریب ہی ایک رہائش گاہ بھی بنوائی (ٹریٹی صفحہ ۱۰۱)، مختص  
سمجنا بڑی نسلی ہو گی کہ مدرسہ نظامیہ سے قبل کوئی مدرسہ موجود نہ تھا۔ یا یہ کہ مدرسہ کی اصطلاح  
موجودہ مفہوم میں نظامیہ سے پہلے مستعمل نہ تھی۔ مدرسہ نظامیہ کے قیام سے مدون پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ  
(متوفی ۲۲۶ھ مطابق ۸۴۰ء) کے ایک شعر میں لفظ مدارس استعمال ہوا ہے، جو مدرسہ کی جمع ہے۔

مدارس آیات خلت من تلاوة و منزل دھی مقفر العرصات

ترجمہ: آیات قرآنی کے مدرسے جو تلاوت سے خالی ہو چکے ہیں، اور وہ مستقر وحی جس کے دلاؤ<sup>۱</sup>  
ہو چکے ہیں۔ اس شعر کے سیاق و سبق میں درس و تعلیم کے مرکزوں کا ذکر ہے۔

کس کے علاوہ اس میں کوئی شے نہیں کہ طالبان علم کی ایک بڑی تعداد صحابہ اور ان کے جانشینوں رجھ ہو گئی تھی جو مساجد کے علاوہ اپنی قیام کا ہوں پر بھی تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ لیکن قیام کا ہیں علم و معرفت کے بڑے بڑے مرکز شمار ہوتے تھے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا حلقة تلامذہ بھی دسیع تھا، یہ حلقة بالکل اُی آن بان کا تھا جو بادشاہوں کا طرہ امتیاز ہے (ذہبی: تاریخ ذہبی جلد اصفہر ۲۶)۔ حضرت معاذ بن جبل ۷ سعد کے ساتھ علیہ میں اپنے شاگردوں کو احادیث نبوی سنایا کرتے تھے (امام احمد بن حنبل جلد ۳۲۸)۔ حضرت خدیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو فریکی ایک مسجد میں شائق طلبہ کی ایک جماعت کو علم پر پیچھہ دیا کرتے تھے (ابن سعد: طبقات، جلد سوم صفحہ ۲۳)۔ حضرت ابی ہن کعب ان کثیر صحابہ کے ایک تھے جو مدینہ کی مسجد میں طلبہ کو حدیث پڑھایا کرتے تھے (حوالہ مذکور)۔ بیان کیا جاتا ہے، ایک صحابی حدیث بیان فرمائے تھے تو طلبہ کی آنی بڑی تعداد ان کے گرد جمع ہو گئی کہ ان کو اپنا اہمی رکھنے کے لئے ایک مکان کی چھت پر عرض کیا (حوالہ مذکور ۵ صفحہ ۲۱۳)۔ اسلامی تاثنوں نی مدرسہ فکر کے بانی امام ابوحنیفہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حج کرنے کے لئے اپنے والد اہمک مکرہ گئے تو انہوں نے وہاں ایک بڑے مجھ کو دیکھا جو بڑے غور سے ایک صحابی کی بائیں بن محو تھا، اور یہ صحابی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنائے تھے۔

اگرچہ مصنف کی یہ رائے کافی حد تک درست ہے کہ "جاہلیت کی اصطلاح کے جواز کے لئے غیر مہذب جوشی حرکتوں کے وجود کو قرار دینا حقیقت پر مبنی نہیں" (صفحہ ۲۵) پھر بھی یہ بات ذہن نشین کر لیتی یہ کہ عرب قبل الاسلام پر لفظ جاہلیت کا اطلاق اس بات کی وضاحت کے لئے نہیں ہوتا کہ وہ لوگ ہے لیکھی، جوشی یا غیر مہذب تھے، بلکہ یہ واضح کرنے کے لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنی جہالت اور مہذب کی وجہ سے بعض غلط رسوم و عادات پر مصروف تھے اور سارا عرب اس روایت کا پابند تھا۔

فاضل مصنف کی اس رائے پر اگرچہ بحث کی گنجائش نہیں کہ "علم قراءت نے فی الواقع بعد میں کی" (صفحہ ۳۰)، لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس علم کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقہ تلاوت پر تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ہمی کی تلاوت اور تلفظ کی محدث و بقیت میں اُسے ترقی دی گئی اور اس کے اصول و قواعد منضبط ہوتے۔ تجوید، تفسیر اور مطالعہ قرآن

سے متعلق دوسرے وہ تمام علوم جو یکے بعد دیگرے منصہ ظہور پر آئے بالقوہ اس زمانے میں موجود تھے۔ لئے کہ صحابہ چونکہ عرب تھے وہ قرآن کریم کے اس ایس بیان اور اس کے ملکاں و محاوراتی تراکیب کے مدعا نی کو بخوبی سمجھتے تھے اور پوری صحت و درستگی کے ساتھ اس کا تلفظ بھی کرتے تھے، جس طرح جامیٰ علوم عربیہ شلاً نجح، خطابت اور عرض سے ناداقف ہوتے ہوئے بھی فصح و بلطف شعر نظم کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن غیر عرب مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے جو عربی زبان اور اس کے جملہ لوازمات سے ناآشنا ہو تھے ان تمام اسلامی علوم کو عربوں کے راج اور ان کے عمل کے مطابق ترقی دی گئی۔ مصنف نے کامِ حد تک اس زیرِ بحث مسئلہ کی حادیت کی ہے اور کہا ہے کہ قرآن کے زیادہ مشکل حصوں کی تشریح خود رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مردی ہے ..... (صفحہ ۲۰)۔

موجودہ زمانے میں یہ خیال عام ہو رہا پایا جاتا ہے کہ عصر حاضر کی نسل کو اس کے آباد و اجداد سے بثابت کیا جائے، متف适用ت کے لحاظ سے یہ ایک بالکل لا جامل تصور ہے۔ غالباً اسی تصور کو ذہن میں ہوئے مصنف نے بھی لکھا ہے ”ماہرین علم فلسفہ و خطابت اپنے اجداد کی نسبت قرآن کو سمجھنے کی زیادہ رکھتے تھے، (صفحہ ۲۵)، یقین و ایمان کے نقطہ نظر سے جو علم کے واجبی لوازمات میں سے میں الگہ لوگ بعد کے لوگوں پر یقیناً شرف و فضیلت رکھتے ہیں۔ یہ مفروضہ کہ ہر نسل اپنے بعد میں آنے والی نسل پر ایک شرف رکھتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان خیر القردن قرنی ثم السذین یعنی ہم الخ بر زمانہ نبوی سے قرب کی وجہ سے بھی حتی بجانب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نسل اور اس کی جانشین و دوسرا کے درمیان کوئی تقابل و ممتاز نہ ہو یہی نہیں سختا۔ ہماری ثقافتی عمارت کی تمام ترمیمیاں ہماسے آباد و اجداد کے معارف پر قائم ہے اور اس عمارت کی درجہ بدرجہ ترقی کو اس کی اصل بنیاد سے ہٹ کر محض زمانے کی روشنی دیکھا نہیں جاسکتا۔

مصنف نے آگے چل کر لکھا ہے: مگہا جاتا ہے کہ ابن جریح وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیثیٰ جمع کا (صفحہ ۳)، مؤلف کے بیان کردہ واقعہ کے متعلق دو تباہیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ وہ ابن جریح کو حدیث کا پہلا جامع کہتے ہیں، دوم یہ کہ ابن جریح واقعی حدیث کے جامع ہیں۔ اس خبر کی بنیاد بغدادی کے متوجہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریح اور ابن الجوزیہ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے کتابیں لئے کیں (تاریخ بغداد جلد دم صفحہ ۲۰)۔

اخبرنا عبد الله ابن احمد ابن حنبل - اجازة - قال: قلت لأبي: من أقول من صنف المكتب؟ قال: ابن حبيب وابن أبي عروبة۔ (بظاهر كتابوں کی تصنیف سے احادیث کا جمع کرنا اسم بھی یا کیا ہے، حالانکہ ان دونوں دوسرے موضوعات پر بھی کتابیں مرتب کی جائی تھیں)۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ابن شهاب الزہری (متوفی ۳۲۷ھ / ۹۴۰ء) کو بھی حدیث کا پہلا جامع تباہی جاتا ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حسین مسلم تابعی نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔

غالباً گوئٹزیہر، گنٹوم اور دوسرے منتشر تین کے نظریات کے زیراث مؤلف نے بائگِ دلی خیال ظاہر کیا ہے کہ: چاروں پہلے خلفاء اور ائمہ ایشیوں نے فقہ کو ترقی دی کہ ایک باقاعدہ علم کی شکل اختیار کرنے کا بمشکل ہی کچھ موقعہ دیا۔ (صفحہ ۳۸) مصنف نے آگے چل کر لکھا ہے کہ: ”چاروں شیخ فخری مسلک عباسیوں کے دور میں پیدا ہوئے تھے لکھتے ہوئے شاید وہ بھول گئے کہ ان تمام مسلکوں کی بنیاد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تلامذہ کے ان فیصلوں پر ہے جو ائمہ ایشیوں کے ابتدائی دور میں ہی شائع و ظائع ہو چکے تھے اور ان فیصلوں پر لوگ عباسی اقتدار سے قبل بھی عمل کرتے رہے تھے مختلف مسلکوں میں امتیاز بینک عباسیوں کے ابتدائی ایام میں شروع ہوا۔ ان دونوں قرآن و حدیث کا تقریباً ہر معروف و مشہور استاذ ایک جداگانہ مدرسہ نکر کا قائد سمجھا جاتا تھا، تھی کہ اگر کوئی طالب علم ذرا مشہور ہو جاتا تو اس کے دل میں بھی اس طرح کی تیاری کی خواہش کر دیں لینے لگتی تھی۔ شام میں مکحول اور اوزاعی، هصر و عراق میں سفیان ثوری، ابن ابی سیل، حسن، زفر، ابن القاسم اور لیث بن سعد اور بہت سے دوسرے علماء اپنے اپنے علیحدہ مذاہب کے بانی شمار ہوتے تھے۔

علوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سب سے پہلے اپنے حلقة میں مناظرہ کو ایک طریقہ تدریس کے طور پر متعارف کرایا۔ کچھ دونوں میں یہ نیا طریقہ ترقی کر کے ایک باقاعدہ نظام ابن گیا اور بڑے بڑے مشاہیر علماء نے اسے قبولیت کی نظریوں سے دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طریقہ کا ابتدائی خاکہ ہم شوالی نظام میں معلوم کر سکتے ہیں جس کی بنیاد باہمی مشاورت پر ہوتی تھی۔ استاد کی موجودگی میں مناظرہ کرنا بھی ایک طرح کا باہمی مشورہ ہی ہوتا تھا جو آخر کا کسی صحیح اور متفقہ فیصلہ تک پہنچا دیتا تھا۔ ایسی صورت میں جبکہ یہ اور مسلسل بحث و مباحثہ کسی فیصلہ پر منصب نہ ہوتا تو اس تاریخ خود مذاہلہ کیا کرتا تھا اور اپنے معقول و لائل و برائیوں کے ذریعے کسی فیصلہ تک پہنچنے میں طلبہ کی رہنمائی کرتا تھا۔ تاہم کبھی کبھی استاد کے دلائل

بھی اعتراض کیا جاتا اور ان کی رائے ناقابل قبول قرار پاتی۔ چنانچہ بہت سی صورتوں میں بہد بحثیتے ہیں کہ سف او را امام محمد الشیبانی نے متفقہ طور پر یا علیحدہ علیحدہ امام ابوحنیفہ کی آراء سے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی بھی اپنے استاذ امام محمد الشیبانی سے بحث کرتے اور ان سے اختلاف کرتے ہیں، یہ بھی، کی ایک قسم ہے جس کا کتاب امام اور تماریخ بغداد و م صفحات ۲۷۱ - ۱۸۲ میں بارہ مرتبہ ذکر ہے لیکن مؤلف نے حقیقت سے ختم پوشی کرتے ہوئے کسی تقدیر جو ہونڈے انداز میں اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے، ہیں ।

احسنی مدمرہ فکر نے نہ صرف اسے (مناظرہ کو) دوسرے مدارس مکارا مقابلہ کرنے کے لئے ایک جائز زریعہ کے طور پر تسلیم کیا بلکہ اپنے تعلیمی نظاموں میں بھی مناظرہ کو بطور ایک فردی تعلیم کے اپنا لیا (صفحہ ۳۰)، پونکہ تقریری علمی متنابے اس زمانے میں علماء و فضلا، کے امین حامم ہو گئے جو بعض اوقات باہمی تحریر خلافی پڑھتے ہوتے تھے اس لئے علماء نے اس طرح کے مباحثے منعقد کرنے کے لئے کچھ قواعد و ضوابط وضع، اس طرح مناظرہ بعد میں ایک باتا عددہ فن بن گیا اور علم المناظرہ کہلایا۔

مژاک کا یہ بیان (صفحہ ۸) ہے کہ ایک ملازمہ نے اپنے آقا کے خطبات کے مسودات میں کچھ تصحیح کی، بخ بغداد میں نہیں تھا۔ اسی طرح چند دوسرے حوالوں میں بھی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں (مثال کے طور پر رالوں کو دیکھئے) ۱۴۴۰ - ۱۰۳ - ۲۸۱۰ - ۱۲۳۰ - ۱۲۰۰ - ۲ - ۲۱۰۰ - ۲۴۴۰ - ۱۲۴۰

غلطی کرنا انسان کی نظرت ہے اور بعض اوقات بڑے بڑے ماہرین فن اپنے بیانات میں غلطی کرتے ہیں، لیکن اس طرح کی غلطیوں سے ان کے قاراؤں کی علمی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا، مصنف بیان کر دے واقعہ مشہور محدث احمد ابن سلیمان سے متعلق ہے، انہوں نے درس دیتے وقت کسی لفظ کو قواعد رو سے غلط پڑھ دیا تھا، حاضرین میں سے ایک شخص نے کچھ نامناسب طریقے سے ان کی اصلاح کر دی، ب وہ املا ختم کر کچے تو انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ وہ ان کا خیال رکھا کرے، پھر انہوں نے ہال این العمل سرقی کے یہ اشعار پڑھئے:

سیبلی لسان کان لیعرب لفظهه      فیالیته فی موقوف العرض یسلم

وما یفتح الامر اب ان لم یکن ثقی      و ما منزد القوی لسان سمجھم

”فیسع و بلیغ گفتگو کرنے والی ہر زبان بہت جلد بوسیدہ ہو جائے گی، کاش وہ عمل نام پیش ہونے

پر لغزشوں سے سلامت ہے، عدم تقویٰ کی صورت میں درست اعلاب پڑھنا کسی کام نہیں آ سکتا۔ اور زبان کی لکنت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ظاہر ہے کہ ایک معلم سے اگر ایک اور مرتبہ غلطی ہو جائے تو اس کی عزت و احترام میں کوئی فرق نہیں (ص ۹)۔ اسی طرح اگر دو ایک نادر واقعات اس قسم کے ملتے ہیں تو ان کو ایک عادت نہ سمجھ لینا چاہیے، اس کے نادر واقعات پر غور کرنا بھی لمحپی سے خالی نہ ہو کا، ان واقعات سے معلمین کی اس احتیاط کا اندازہ ہوتا۔ جسے وہ پڑھاتے وقت مکمل شکوہ و شبہات سے بچنے کے لئے برستے۔ (تھے ص ۱۹۲۔ ۱۹۳)۔

”ایک معلم کے درس میں بے ریش طلبہ کو آنے کی اجازت نہ تھی (۲۰۱ - ۲۰۲)۔ ایک درس میں معلم کے سے خوش روڑ کوں کا آنام منوع تھا“ (۲۰۵ - ۲۰۶)

ذکورہ بیانات کی بنیاد احوالوں پر ہے جو صفحہ ۹۱ پر نہیں کے تحت میثے گئے ہیں، لیکن ہوا یہ مجموعہ کے مطابق معلوم نہیں ہوتے (دیکھئے صفحہ ۹۱)۔ اس لئے کہ ذکورہ حوالہ سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ وہ معلم اپنی کے ذریعہ حاضر طلبہ کی صحیح تعداد معلوم کرتے ہے، اگر یہ تعداد حاضر طلبہ کی حقیقی تعداد کے مطابق ہو تو آئندہ بداری رکھتے درمذہ رخصت کر دیتے۔ ایک موقدیر ایک ممتاز طالب علم خود کو شارکر کرنا بھول گیا اور اس کو پتا چکر کر طلبہ بیان کردہ تعداد سے زیادہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ فرض کر کے کہ وہ راست گوئی سے، نہیں لیتے سبق پڑھانے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ یہ لوگ فرمان رسول حاصل کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ ایک حوالہ (۲۰۸ - ۲۰۹) کے مطابق ایک اُستاد صرف ایک ایک طالب علم کو پڑھانا تھا اور پوچھتے پر وہ بتائی کہ حدیث پڑھنے والے طلبکم سلیقہ ہوتے ہیں اور جب حدیث سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو آپس میں شرمندی کر دیتے ہیں، اور میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

بہ حالِ اکثر نہہرہ میں احمد قازی مبارک باد ہیں، انہوں نے انگریزی میں غالباً پہلی مرتبہ تاریخ بغداد و دشمنی میں پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کی تعلیمی اور علماء کی سماجی حیثیت کو واضح کرنے کے لئے یہ عمل کتاب، شائع کی۔ دیباچہ، کتابیات، فہرست مجلات اور اشاریہ کے علاوہ کتاب میں حسنون میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ جو ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کا مقدمہ ہے، جس میں تاریخ بغداد اور اس کے مصنفوں اور علماء کی اہمیت کے متعلق مذہبی کے قوامیں کی اہمیت سے بحث کی گئی ہے۔

دوسرا حصہ (صفحہ ۲۵ تا ۱۹۳) اسلام میں تعلیم کی اہمیت اور نظم امامت تعلیم سے بحث کرتا ہے

ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم، کلاسول کی تنظیم، جامعتوں کا طریقہ، اسکوٽ تعلیم، وہ مقامات جہاں درس باتے تھے اور خود طلباء اور اساتذہ کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

میراحصہ (صفحوں ۱۹ تا ۲۵) علماء کی سماجی حیثیت سے بحث کرتا ہے، اور معاشرہ کے درجات، عوام، دوسرے علماء اور خود حکومت کے ساتھ علماء کے تعلقات اور علماء کی مالی حیثیت پر بھی خرچ ڈالتا ہے۔

کتاب میں طباعت کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں، امید ہے کہ طبع دوم میں ان کی گنجائش نہیں ہے گی۔

اسلامی ثقافت اور اسلامی تعلیم سے لچکی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب نہایت بیش بہار آمد ہے۔

(محمد صفیر حسن معصومی)



ہر اک فکر، اس کے سوا بے ثبات  
مسلمان کی اس میں ہے مضمر حیات  
کہ قائم ہوتے آن کی روشنی میں  
نظم صلوٰۃ و نظم زکوٰۃ  
(انوار صولات)

Accession number

39611 .....

Date 23.1.81  
Ab.